حضرت بلالؓ-سوانح وبعض روایات کا تجزیہ

تحریر: ابومحمد منظور بن عبدالحمید آفاقی'
نوتک محمید' ڈیرہ غازی خان

مؤذن رسول اللہ ﷺ' اسلام کی پاداش میں حددرجہ اذیتیں اٹھانے والے اور السابقون الاولون میں شامل معروف صحابی حضرت بلالؓ کے متعلق بعض ایسی روایات زبان زدعام وخاص ہیں جن کی فنی اعتبار سے کوئی حیثیت نہ ہے-ذیل میں فاضل مضمون نگار نے حضرت بلالؓ کی مختصر سوانح کے ساتھ ایسی روایات کا فنی اعتبار سے تجزیہ وتنقیح پیش کرنے کی کوشش کی ہے-

پیدائش:

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کے سوانح نگاروں نے آپؓ کی تاریخ پیدائش کی صراحت نہیں کی-حافظ ابن حجرؒ نے صرف اتنا لکھا ہے کہ:

''کان ترب ابی بکر''(۱) وہ ابوبکر کے ہم عمر تھے-

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پیدائش عام الفیل کے دوسال بعد ہوئی تھی لیکن یہ ایک اندازہ ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا-صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین خطیب لکھتے ہیں:

''ومات بدمشق سنة عشرين......وله ثلث وستون سنة''(۲)

(وہ دمشق میں سن ۲۰ ہجری میں فوت ہوئے تھے......اوران کی عمر تریسٹھ برس تھی)

۲۰ ہجری سے تریسٹھ برس قبل شمار کیا جائے توان کی پیدائش عام الفیل کے دس سال بعد بنتی ہے جوزیادہ صحیح ہے-

ولدیت : آپ کے والد کا نام رباح اوروالدہ کا نام حمامہ تھا-(۳)

کنیت : ابوعبداللہ-(۴)

قبیلہ : بنوجمح-(۵)

حالات زندگی : حضرت بلالؓ کی ابتدائی زندگی کے حالات پردہ خفا میں ہیں-بیشتر مؤرخین نے ان کے سوانح حیات' ان کے قبول اسلام کے وقت سے لکھے ہیں-

شرف قبول اسلام

حضرت بلالؓ ان سات خوش نصیب افراد میں شامل ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام

قبول کیا تھا. اس وقت ان کی عمر اکتیس برس تھی. علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔

"مجاہد سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جن افراد نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا وہ سات تھے۔ رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ بلال، خباب، صہیب، عمار اور ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کو ان کے چچا نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کو ان کے خاندان نے۔ باقی ماندہ افراد قریش کے ہتھے چڑھ گئے۔ انہیں لوہے کی زرہیں پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کیا جاتا اور ان پر اتنا ظلم ڈھایا جاتا جو انسانی قوت برداشت سے زیادہ ہوتا تھا۔ ابوجہل نے حضرت سمیہ پر نیزے کا ایسا بھرپور وار کیا کہ انہیں شہید کر دیا تھا۔ اور وہ اسلام میں پہلی شہید خاتون ٹھہریں۔ رہے بلال تو ظالم ان کے گلے میں رسی ڈال کر اپنے لڑکوں کے حوالے کر دیتے جو انہیں مکہ مکرمہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے تھے۔ اس عالم میں بھی ان کی زبان سے "احد احد" کی صدائیں بلند ہوتی تھیں حضرت ابوبکرؓ نے ان کی اس مظلومیت کو دیکھ کر انہیں خرید لیا اور آزاد کر دیا تھا" (۶)

اظہار اسلام

حضرت بلالؓ نے شروع میں اپنے اسلام کو مخفی رکھا لیکن وہ اس عظیم نعمت کو زیادہ عرصہ تک نہ چھپا سکے ان کے طرز عمل سے ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے آبائی دین چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کر لیا ہے۔ وہ شروع میں عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے اور مکہ مکرمہ کے گردونواح میں اس کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے جونہی بتوں کی قطار کے پاس سے گزرے تو نفرت سے ان پر تھوک دیا اور کہنے لگے "خاب وخسر من عبدکن" (جو تمہیں پوجتا ہے وہ خائب خاسر ہو) قریش نے ان کی یہ حرکت دیکھ لی جو ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ انہوں نے عبداللہ بن جدعان کے کان بھرے اور حضرت بلالؓ کے خلاف اسے خوب بھڑکایا لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کوئی تادیبی کاروائی کر سکتا۔ تاہم اس نے یہ اقدام کیا کہ انہیں امیہ بن خلف کے حوالے کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ امیہ مار پیٹ کر کے انہیں نئے دین سے پھیر کر آبائی دین کی طرف لے آئے گا۔ (۷)

ظلم وستم

امیہ بن خلف نے اس بے چارے پر ظلم وستم کی انتہا کر دی وہ انہیں اکثر بھوکا اور پیاسا رکھتا تھا۔ عین دوپہر کے وقت جب سورج آگ برسا رہا ہوتا اور ریتلی زمین تانبے کی طرح تپ رہی ہوتی وہ

آپ کو اس پر لٹا دیتا اور سینے پر بھاری بھرکم پتھر رکھ دیتا اور کہتا کہ محمد ﷺ کا دین چھوڑ دے لات اور عزیٰ کی عبادت کرو ورنہ تو اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جائے گا لیکن جناب بلالؓ کی زبان سے اس ناقابل برداشت اذیت کے عالم میں بھی ''احد احد'' کے الفاظ نکلتے تھے۔(۸) ایک دفعہ حضرت بلالؓ ابوجہل کے ہتھے چڑھ گئے۔ اس ظالم نے آپ کو آگ کی طرح دہکتی ہوئی ریت پر منہ کے بل گرایا اور پشت پر چکی کا پاٹ رکھ دیا اور کہنے لگا محمد (ﷺ) کے رب کا انکار کر دے لیکن یہ ہولناک سزا بھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ آپ ''احد احد'' کا ترانہ گاتے اور اس سزا کا سامنا بے مثال صبر و استقلال سے کرتے رہے۔ اسی اثنا میں جناب ورقہ بن نوفل کا وہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے آپ کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر فرمایا:

''ای واللہ یا بلال! احد احد۔ اما واللہ لئن قتلتموہ لا تخذنہ حنانا''(۹)

جی ہاں اللہ کی قسم اے بلال! وہ ایک ہے وہ ایک ہے۔ بخدا اگر تم نے اس کو قتل کر ڈالا تو ہم اس کی قبر کو ایک مقدس مقام کا درجہ دے دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوتا جہاں حضرت بلالؓ پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہوتے، تو آپ انہیں صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے تھے ''احد ینجیک'' وہی ''ایک'' ہی تجھے (اس عذاب سے) نجات دلائے گا۔(۱۰)

حتی کہ جب امیہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو تلقین فرمائی کہ وہ حضرت بلالؓ کو اس ظالم کے پنجہ استبداد سے رہائی دلائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کار خیر کے لئے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے بھی مشورہ کیا اور دونوں کی رائے یہی ٹھہری کہ حضرت بلالؓ کو بلا تاخیر رہائی دلائی جائے۔(۱۱)

غلامی سے رہائی:

ایک دن حضرت ابوبکرؓ وہاں پہنچے جہاں امیہ حضرت بلالؓ پر ظلم ڈھا رہا تھا۔ اپنے دینی بھائی کو گرم ریت پر پتھروں تلے دبا ہوا دیکھ کر ان کا دل بھر آیا۔ امیہ سے کہنے لگے:

''الا تتقی اللہ عزوجل فی ھذا المسکین؟ حتی متی تعذبہ؟''

کیا تو اس مسکین کے بارے میں اللہ عزوجل سے نہیں ڈرتا؟ آخر کب تک تو اسے عذاب دیتا رہے گا؟

امیہ کہنے لگا کہ تو نے ہی اسے بگاڑا ہے۔ اگر اس پر تجھے زیادہ ترس آتا ہے تو اسے چھڑا لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں ایسا ہی کروں گا میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو اس سے زیادہ مضبوط اور زیادہ طاقتور ہے، اور ہے بھی تیرا ہم مذہب، تو ایسا کر کہ وہ غلام مجھ سے لے لے اور اس کے بدلے میں یہ غلام مجھے دے دے۔ امیہ نے یہ سودا قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا قیمتی غلام دے کر حضرت بلالؓ کو اس سے خرید لیا اور انہیں راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ (۱۲)

حضرت ابوبکرؓ نے امیہ کو جو غلام دیا تھا اس کا نام "قسطاس" تھا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی، وہ حضرت ابوبکرؓ کے کاروباری ادارے کا انچارج تھا اس کے بدلے میں ایک خستہ جان اور نحیف و نزار غلام کا حصول بظاہر خسارے کا سودا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ کی نظر میں یہ ایک انتہائی نفع بخش کاروبار تھا کیونکہ اسلام نے حضرت بلالؓ کی قیمت بڑھا دی تھی۔ ہزاروں دینار مالیت رکھنے والا ایک مشرک غلام ان کے پاسنگ کیونکر ہو سکتا تھا؟

"ولعبد مؤمن خير من مشرك ولو اعجبكم" (۱۳)

ایک مومن غلام ایک مشرک شخص سے بہتر ہے اگرچہ وہ مشرک تمہیں کتنا ہی بھاتا ہو۔

دشمن کی حیرت:

مشرکین مکہ اس سودے پر حیران رہ گئے اور طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ ایک شخص نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ بلالؓ نے ابوبکرؓ پر کوئی احسان کیا ہوگا جس کا بدلہ ابوبکرؓ نے یوں چکایا کہ اسے گراں قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل آیت نازل فرما کر اس جھوٹ کی تردید کر دی۔ (۱۴)

"وما لاحد عنده من نعمة تجزى الا ابتغاء وجه ربه الاعلى" (۱۵)

اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا وہ کوئی بدلہ چکائے بلکہ وہ تو یہ کام فقط اپنے رب برتر کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔

خدمت رسول اللہ ﷺ

حضرت بلالؓ نے آزادی کے بعد اپنی زندگی اسلام اور داعی اسلام ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی وہ سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے اور انہیں ہر طرح کا آرام پہنچانے کیلئے ہر وقت مصروف عمل رہا کرتے تھے۔

ہجرت:

جب مشرکین مکہ کے مظالم نا قابل برداشت ہو گئے تو حضرت بلالؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں بخوشی یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی - چنانچہ وہ حضرت عمرؓ سے بھی پہلے ہجرت کر کے یثرب پہنچ گئے۔ حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ ''سب سے پہلے جو لوگ ہجرت کر کے ہمارے پاس پہنچے وہ مصعب بن عمیر اور عمرو بن ام مکتوم تھے۔ انہوں نے یہاں آ کر لوگوں کو قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ ان کے بعد بلالؓ، سعد بن ابی وقاص اور عمر بن خطاب، رسول اللہ ﷺ کے بیس صحابہ کرام کے ساتھ آ گئے، ان کے بعد خود نبی مکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کی آمد پر میں نے مدینہ کے باشندوں کو جتنا خوش وخرم دیکھا اتنا کسی اور معاملے پر خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ (۱۶)

اذان کی ضرورت:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں فریضۂ اقامتہ الصلوۃ پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔ لوگوں کو تلقین کی کہ وہ پانچ وقت مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ شروع شروع میں لوگ ہر نماز کے وقت کا اندازہ کر کے مسجد میں آتے تھے۔ سن ۲ ہجری کے اوائل میں اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی کہ نماز کے وقت اعلان ہونا چاہئے۔ اس مسئلے پر غور وخوض کے لئے ایک محفل مشاورت منعقد ہوئی۔ لوگوں نے مختلف تجویزیں پیش کیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو کوئی تجویز پسند نہ آئی کیونکہ ان طریقوں میں دوسرے مذاہب کے ساتھ مشابہت پائی جاتی تھی۔ اسی دوران حضرت عبداللہ بن زید کو خواب میں ایک فرشتے نے مروجہ اذان سکھائی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اپنا خواب بیان کیا۔ آنجناب ﷺ نے اس خواب کو بے حد پسند کیا اور ارشاد فرمایا کہ بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اسے یہ (اذان کے) الفاظ بتاتے جاؤ اور وہ انہیں زور سے پکار کر کہے کیونکہ وہ بلند آواز ہے۔ اس طرح حضرت بلالؓ کو مدینہ منورہ میں اذان کے آغاز کی سعادت اور اولین مؤذن نبوی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ (۱۷)

دور نبوت ﷺ میں حضرت بلالؓ مسجد نبوی ﷺ میں نماز پنجگانہ کی اور جمعہ کی اذان واقامت پر مامور تھے - اس مقدس زمانے میں صبح کی دو اذانیں ہوتی تھیں' ایک طلوع فجر سے پہلے یعنی سحری کے وقت' یہ اذان حضرت بلالؓ کے ذمہ تھی - دوسری اذان پو پھٹنے پر ہوتی تھی اس کیلئے ایک نابینا صحابی ابن ام مکتومؓ مقرر تھے' تاہم سفر کے دوران صبح صادق کی اذان بھی حضرت بلالؓ دیا کرتے تھے -

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

''اذان بلال تم میں سے کسی کو سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ رات (سحر) کے وقت اذان دیتے ہیں تاکہ رات کی عبادت کرنے والا (آرام کیلئے) لوٹ جائے اور سونے والے کو بیدار کر دے'' (۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک بلال رات (سحر) کے وقت اذان دیتے ہیں پس اس وقت کھا پی لیا کرو جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیں' راوی کا بیان ہے کہ یہ صحابی نابینا تھے۔ وہ اس وقت تک (صبح کی) اذان نہیں دیتے تھے جب تک انہیں کہا نہیں جاتا تھا کہ صبح ہو گئی'' (۱۹)

غزوات میں شرکت:

حضرت بلالؓ نے غزوہ بدر سے غزوہ تبوک تک ہر معرکہ آرائی میں حصہ لیا تھا (۲۰) ان کا ظالم آقا امیہ بن خلف غزوہ بدر میں شریک تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک معاہدے کی رو سے اسے بچانا چاہا لیکن حضرت بلالؓ نے اسے دیکھ لیا۔ انصار کو پکار کر کہا:

''راس الکفر امیہ بن خلف لا نجوت ان نجی'' (۲۱)

(یہ رہا کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف: اگر یہ بچ نکلا تو میں نہیں بچوں گا)

دفعۃً لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے جہنم رسید کر دیا۔ جنگ کے اختتام پر اگر رسول اللہ ﷺ کو مال غنیمت ہاتھ لگتا تو آپ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے کہ وہ اعلان کریں کہ جن لوگوں کے پاس مال غنیمت کی کوئی بھی چیز ہو وہ اسے جمع کرا دیں۔ چنانچہ جب سارا مال جمع ہو جاتا تو آپ ﷺ اس کا خمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک غزوہ کے موقع پر مال غنیمت کی تقسیم کے بعد ایک شخص بالوں کی بٹی ہوئی ایک رسی لایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے بلال کا اعلان تین دفعہ سنا تھا؟ اس نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ اسی وقت تو یہ رسی کیوں نہ لے آیا؟ اس نے کوئی عذر کیا لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا ''اب اسے قیامت کے دن لے کر آنا'' (۲۲)

غزوہ خیبر کے اختتام پر آنحضرت ﷺ نے صفیہ بنت حیی کو اپنی پناہ میں لے لیا اور حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ انہیں ان کی قیام گاہ تک چھوڑ آؤ۔ وہ انہیں لے کر جنگ کے مقتولوں کی لاشوں کے

درمیان سے ہو کر گزرے جسے رسول اللہ ﷺ نے پسند نہ کیا بلکہ حضرت بلالؓ سے فرمایا:

"اذھبت الرحمۃ منک یا بلال؟" (۲۴)

(اے بلال کیا تجھ سے رحمت کے جذبات ختم ہو گئے ہیں؟)

لیلۃ التعریس:

غزوہ خیبر سے واپسی پر ایک مقام کو رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ کے لئے منتخب فرمایا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو تاکید کی کہ وہ جاگتے رہیں۔ صبح کی اذان بھی دیں اور لوگوں کو نماز کے لئے بھی جگائیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ اور تمام مجاہدین سو گئے۔ چونکہ سفر کی وجہ سے سبھی تھکے ہوئے تھے لہذا جلد ہی گہری نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ حضرت بلالؓ نے نفل نماز کی نیت کر کے اللہ تعالیٰ سے لو لگالی۔ انہوں نے کچھ وقت نوافل میں گزارا پھر اونٹ کے کچاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور اپنا رخ مشرق کی طرف کر لیا تا کہ جونہی صبح صادق کی پہلی کرن پھوٹے وہ اذان دیں۔ چونکہ وہ بھی سفر کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے تھے۔ لہذا ٹیک لگاتے ہی ان کی آنکھیں بھی بند ہو گئیں۔ اسی اثنا میں صبح ہو گئی، نماز کا وقت ہو گیا لیکن سبھی سوئے رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہوا۔ پھر دھوپ چمکنے لگی۔ دھوپ کی حرارت سے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور فرمایا "اے بلال" حضرت بلالؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھ پر بھی اسی ذات نے نیند طاری کر دی جس نے آپ سب کو سلا دیا تھا" آپ ﷺ نے سب مجاہدوں کو کوچ کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے اس وادی سے کوچ کیا اور ایک دوسرے مقام پر جا کر رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کی جماعت کرائی اور فوت شدہ نماز کو قضا کر کے پڑھایا۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا تھا جب وہ نماز پڑھ رہے تھے پھر انہیں سلا دیا اور تھپکیاں دیتا رہا، جس طرح چھوٹے بچوں کو تھپکیاں دی جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ سو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور انہیں بھی یہی بات بتائی۔ (۲۵)

اذان کعبہ:

فتح مکہ کے موقع پر جس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے تو حضرت بلالؓ بھی ان کے ساتھ داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے وہاں نوافل ادا کئے پھر باہر تشریف لائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس مقام پر نماز ادا فرمائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ دو یمنی ستونوں کے درمیان۔ ۲۶)

جب نماز کا وقت شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان دو۔ چنانچہ وہ چھت پر چڑھ گئے اور اپنی دلکش آواز میں اذان دینا شروع کی۔ جس فضا میں لات ومنات کے نام کے ڈنکے بجا کرتے تھے وہاں خدائے واحد کا نام بلند ہو رہا تھا۔ حرم کعبہ میں ابوسفیان، عتاب بن اسیدؓ حارث بن ہشام اور قریش کے دیگر رؤساء بیٹھے ہوئے تھے۔ کعبہ کی چھت پر ایک غلام کا چڑھنا اور ایک خدا کا نام لینا انہیں پسند نہیں تھا۔ مارے غصے کے پیچ وتاب کھاتے رہے۔ عتاب بولا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم کیا کہ میرے باپ (اسید) کو اٹھا لیا۔ اگر وہ آج زندہ ہوتا اور یہ اذان سنتا تو اسے بہت غصہ آتا۔ پھر کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) کو اس کالے کوے کے بغیر اور کوئی مؤذن نہیں ملا۔ (العیاذ باللہ) (۲۷)

حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفان میں نماز کی ادائیگی سے قبل رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ﷺ کو اذان دینے کا حکم دیا اور اقامت بھی انہیں سے کہلوائی۔ رمی جمار کے وقت آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ دونوں ہم رکاب تھے۔ ایک نے اونٹنی کی مہار تھام رکھی تھی اور دوسرے نے آپ ﷺ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ (۲۸)

عیدین:

عیدین کے مواقع میں بھی حضرت بلالؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ عید کے خطبے کے بعد لوگ عطیات دیتے تو انہیں حضرت بلالؓ ہی جمع کیا کرتے تھے (۲۹) رسول اللہ ﷺ نے انہیں بیت المال کا خزانچی مقرر کیا ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس فریضے کو نہایت دیانت داری سے ادا کیا (۳۰)

نکاح:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کا نکاح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی بہن سے کیا تھا (۳۱) لیکن وہ اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔

مواخات:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ آمد پر ان کا رشتہ مواخات معروف صحابی حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے قائم کیا تھا۔ (۳۲)

عام الوفود کی مصروفیات:

تاریخ اسلام میں سن ۹ ہجری کو 'عام الوفود' کے نام سے پکارا جاتا ہے کیونکہ اس سال عرب

کے گوشے گوشے سے متعدد وفود بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور بیشتر نے کفر و شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا تھا- ان وفود کے قیام اور کھانے پینے کے انتظامات حضرت بلالؓ کے ذمہ ہوتے تھے- انہوں نے اس فریضے کو بھی بحسن و خوبی نبھایا-(۳۳)

عہد رسالت کے بعد:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے صرف ایک دفعہ اذان دی تھی- اس کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ میں اذان نہیں دی-(۳۴) کیونکہ اپنے آقا ﷺ کی جدائی سے ان کا دل بجھ گیا تھا اور انہیں اذان میں وہ لطف اور سرور و محسوس نہیں ہوتا تھا جو دورِ نبوت میں انہیں مخمور کیے رکھتا تھا-

عہد صدیقی:

دورِ صدیقی میں حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے شام کے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی- جناب صدیق اکبرؓ انہیں اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتے تھے- فرمایا کہ ابھی کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہو- حضرت بلالؓ نے کہا "اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کیلئے آزاد کرایا تھا تو مجھے روکے رکھو اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے آپ نے یہ نیکی کی تھی تو مجھے جانے دیجئے"(۳۵)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں شام کی طرف جانے اور جہاد میں شریک ہونے کی بخوشی اجازت دے دی- چنانچہ وہ شام کی طرف جانے والے مجاہدوں میں شامل ہو گئے-(۳۶)

عہد فاروقی:

سن ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا- بیت المقدس پہنچے' وہاں کے عیسائیوں نے آپ کا بڑا احترام کیا' فریقین میں صلح ہوئی امن کا معاہدہ لکھا گیا اور دشمن نے ہتھیار ڈال دیئے- جناب فاروق اعظمؓ نے وہاں کئی دن قیام فرمایا- ایک دن حضرت بلالؓ نے ان سے شکایت کی کہ امیر المؤمنین ہمارے افسر پرندوں کا گوشت اور میدہ کی روٹیاں کھاتے ہیں جبکہ عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی میسر نہیں ہے- حضرت عمرؓ نے افسران سے اس کی وضاحت طلب کی- انہوں نے کہا کہ اس ملک میں یہ چیزیں بہت ہی سستی ہیں- جس قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے اسی قیمت پر یہاں پرندوں کا گوشت اور میدہ کی روٹی ملتی ہے- حضرت عمرؓ افسروں کو مجبور نہ کر سکے لیکن حکم صادر فرمایا کہ ہر سپاہی کو مال غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ کھانا بھی فراہم کیا جائے-(۳۷)

آخری اذان:

حضرت عمرؓ نے ایک دن نماز کے وقت حضرت بلالؓ سے اذان کی فرمائش کی- انہوں نے

جواب دیا کہ میں عزم کر چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کیلئے اذان نہیں دوں گا لیکن آج (اور صرف آج) آپ کا فرمان بجالاؤں گا- پھر انہوں نے اذان کا آغاز کیا تو صحابہ کرام کو رسول ﷺ کا مبارک دور یاد آ گیا اور سب پر رقت طاری ہوگئی- حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ روتے روتے بے تاب ہو گئے اور حضرت عمرؓ کی ہچکی لگ گئی اور کافی دیر تک یہی اثر قائم رہا- (۳۸)

عالم نزع:

حضرت بلالؓ کا آخری وقت قریب آیا تو ان کی اہلیہ کی زبان سے نکلا "واحزناه" ہائے افسوس" آپ پر نزع کا عالم طاری تھا اس حال میں بھی اہلیہ کے اظہار رنج وغم پر خاموش نہیں رہ سکے- انہیں تلقین کی کہ ایسا مت کہو بلکہ یوں کہو:

"واطرباه: غداً القى الاحبة محمدوحزبه"

(کیا خوشی کا مقام ہے: کل میری اپنے پیاروں سے ملاقات ہوگی یعنی حضرت محمد ﷺ سے اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے)

اس پر علامہ حلبی لکھتے ہیں:

"وكان بلال يمزج مرارة الموت بحلاوة اللقاء"(۳۹)

(حضرت بلالؓ نے موت کی تلخی میں وصال یار کی شیرینی گھول دی)

وفات:

حضرت بلالؓ نے ۲۰ ہجری/۶۴۱ء میں بمقام دمشق وفات پائی اور باب الصغیر کے قبرستان میں دفن ہوئے- وفات کے وقت ان کی عمر ۶۳ برس تھی (۴۰) اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان پر اپنے رحم وکرم کی بارش برساتا رہے- آمین-

مرویات:

حضرت بلالؓ سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ حسب ذیل جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے بیان کی ہیں:

حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عمرؓ کعب بن عجرۃؓ اسامہ بن زیدؓ جابرؓ ابوسعید خدریؓ براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین- نیز مدینہ منورہ اور شام کے تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت نے بھی آپ کے واسطے سے روایات بیان کی ہیں- صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی ۴۴ مرویات درج ہیں- (۴۱)

فضائل ومناقب:

اللہ تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کوعقیدے کی ایسی پختگی اور ایمان واسلام پر ایسی استقامت عطا فرمائی تھی کہ مشرکین مکہ کے لرزہ خیز مظالم بھی انہیں راہ راست سے نہ ہٹا سکے- ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی- انہوں نے اپنی زندگی آنحضرت ﷺ کی خدمت کیلئے وقف کردی تھی- ان کا نام خدام کی فہرست میں انتہائی نمایاں اور اونچا مقام رکھتا ہے- آپؓ اکثر اوقات باوضو رہتے تھے- وضوٹوٹنے پر فوراً دوسرا وضو کرتے اور دو رکعت نماز نفل بطور تحیۃ الوضوء ضرور ادا کرتے اور اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو زیادہ نوافل پڑھتے تھے- ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھ لیا ''اے بلال مجھے اپنا کوئی ایسا عمل بتاؤ جس کے قبول ہونے کی آپ کو زیادہ امید ہو؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آپ کے جوتوں کی آہٹ سنی ہے'' انہوں نے عرض کیا ''میرا سب سے زیادہ پر امید عمل یہ ہے کہ میں نے رات یا دن کے جس لمحے میں بھی وضو کیا اس کے بعد جس قدر توفیق میسر آئی نوافل ادا کئے ہیں'' (۴۲)

اس روایت کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے حضرت بلالؓ کی بڑی فضیلت نکلی اور ان کا جنتی ہونا ثابت ہوا'' (۴۳)

حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کا بڑا احترام کیا کرتے تھے اور انہیں سیدنا بلال'' کہہ کر پکارتے تھے- حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے:

''ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا'' (۴۴)

(ابوبکر ہمارے سردار تھے انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلالؓ کو آزاد کرایا تھا)

ابوعبداللہ ہوزنی کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت بلالؓ سے ملا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اخراجات کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ نہیں تھا- بعثت سے وفات تک آپ کے کھانے پینے کا بندوبست میں ہی کیا کرتا تھا- جب آپ کے پاس کوئی مسلمان خالی ہاتھ آتا تو آپ مجھے اس کی حاجت روائی کا حکم صادر فرماتے تھے- میں کسی سے قرض لے کر اس کیلئے پوشاک اور خوراک مہیا کیا کرتا تھا- (۴۵)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر دیکھا- آپ نے تعجب سے پوچھا:

''ماھذا یابلال؟'' (اے بلال یہ کیا ہے؟)

انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کھجوریں میں نے آپ کیلئے اور آپ کے مہمانوں کیلئے اکٹھی کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تجھے اس بات کا خوف نہیں کہ کل یہی کھجوریں تیرے لئے دوزخ کی بھاپ ثابت ہوں گی۔ اے بلال انہیں راہ خدا میں خرچ کردے اور (صاحب عرش پر ایمان رکھتے ہوئے) فقر و فاقہ سے مت ڈر'' (۴۶)

چند موضوع روایات پر بحث

حضرت بلالؓ کے بارے میں کچھ روایات ایسی بھی ملتی ہیں جو نہ صرف یہ کہ صحیح نہیں ہیں بلکہ موضوع اور جھوٹی ہیں۔ ان پر نقد و جرح کئے بغیر ان کی نشر و اشاعت جائز نہیں ہے کیونکہ ان سے سوء ظن پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے چند روایات پر ہم ذیل میں بحث کرتے ہیں:

پہلی روایت: اذان بلالی کے بغیر فجر طلوع نہ ہونا

بعض واعظین بیان کرتے ہیں کہ جب تک حضرت بلالؓ صبح کی اذان نہیں دیتے تھے، صبح نہیں ہوتی تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے صبح کی اذان نہ دی تو رات طویل ہوگئی۔ لوگ سو سو کر تھک گئے۔ بستروں سے اٹھ اٹھ کر بار بار آسمان کی طرف دیکھتے لیکن صبح کے آثار کہیں نظر نہ آتے تنگ آ کر کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے اور رات ختم نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلال نے اذان نہیں دی ہوگی۔ اس لئے صبح نہیں ہو رہی۔ لوگوں نے حضرت بلالؓ کی طرف رجوع کیا اور اذان دینے کی درخواست کی۔ انہوں نے اذان دی تب جا کر رات ختم ہوئی اور صبح صادق طلوع ہوئی۔

یہ روایت صحیح نہیں ہے بلکہ شروع سے آخر تک جھوٹ کا پلندہ ہے، کیونکہ متعدد صحیح روایات میں مذکور ہے کہ حضرت بلالؓ سحری کی اذان دیا کرتے تھے اور صبح صادق کی اذان حضرت ابن ام مکتومؓ کے ذمہ تھی۔ چونکہ وہ نابینا تھے اس لئے جب تک لوگ انہیں صبح صادق کے وقت سے آگاہ نہیں کرتے تھے وہ اذان نہیں دیتے تھے۔ حضرت بلالؓ کی اذان (سحر) کے بعد عموماً رات باقی رہتی تھی۔ لوگ آرام سے سحری کھاتے اور نوافل (تہجد) ادا کیا کرتے تھے۔ بالفاظ دیگر حضرت بلالؓ کی اذان پر صبح صادق طلوع نہیں ہوتی تھی۔ لہذا ان کی اذان کے ساتھ پو پھٹنے کو منسلک کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ تاہم سفر کے دوران صبح صادق کی اذان کیلئے حضرت بلالؓ کو مقرر کیا جاتا تھا لیکن ان ایام میں بھی صبح، ان کی اذان سے طلوع نہیں ہوتی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رات ختم ہوتی اور دن کا آغاز ہوتا تھا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لیلۃ التعریس میں حضرت بلالؓ کو اونگھ آ گئی تھی لیکن صبح صادق نے ان کے بیدار ہونے اور اذان دینے کا انتظار نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنے مقررشدہ وقت پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے طلوع ہوگئی

تھی۔ ان حقائق کی موجودگی میں کوئی کیسے باور کر لے کہ جب تک حضرت بلالؓ اذان نہیں دیتے تھے صبح طلوع نہیں ہوتی تھی۔ مَالَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ؟

دوسری روایت: زبان میں لکنت

کہا جاتا ہے کہ حضرت بلالؓ کی زبان میں (معاذ اللہ) لکنت اور ہکلا پن تھا۔ وہ "ش" کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کر سکتے تھے "اشہد" کو "اسہد" کہتے تھے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل دو روایتیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ "ان بلالا کان یبدل الشین فی الاذان سینا"

(بے شک بلال اذان میں "شین" کو "سین" سے بدل دیتے تھے۔

۲۔ "سین بلال عنداللہ تعالیٰ شین"

(بلال کا "سین" اللہ تعالیٰ کے ہاں "شین" ہے)

پہلی روایت کے بارے میں علامہ زرکشی نے علامہ مزی کے حوالے سے لکھا ہے:

"یہ بات زبان زدخلائق ہوگئی ہے۔ حدیث وروایات کی کسی کتاب میں یہ روایت ہماری نظر سے نہیں گزری۔ بالکل یہی بات ہم نے شیخ برہان الدین سفاقسی کی تحریر میں بھی پائی ہے" (۴۷)

حسب ذیل علماء اور محدثین نے علامہ مزی کے قول کی تائید کی ہے۔

۱۔ علامہ سخاوی' المقاصد الحسنۃ' ص ۱۲۹' حدیث ۲۲۱

۲۔ علامہ سیوطی' الدرر المنتشرۃ ص ۱۹۵ حدیث ۴۹۴

۳۔ علامہ عبدالرحمٰن بن دیبع' تمییز الطیب من الخبیث ص ۸۶ حدیث ۲۷۸

۴۔ علامہ محمد طاہر پٹنی' تذکرۃ الموضوعات ص ۱۰۱

۵۔ ملا علی القاری' الاسرار المرفوعۃ' ص ۳۷' حدیث ۲۵۷

ایضاً المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ص ۶۵ حدیث ۵۵

۶۔ شیخ مرعی بن یوسف کرمی' الفوائد الموضوعۃ ص ۶۶ حدیث ۳۷

۷۔ شیخ عبدالکریم غزی' الجد الحثیث ص ۲۳' ح ۶۲

۸۔ علامہ عجلونی' کشف الخفاء ج اص ۲۲۷ ح ۶۹۵

۹۔ علامہ محمد امیر الکبیر' النخبۃ البھیۃ ص ۳۸ ح ۴۹-۵۰

۱۰- علامہ حوت البیروتی 'اسنی المطالب' ص ۱۲۷ ح ۳۴۶

۱۱- علامہ ظافر ازہری' تحذیر المسلمین' ص ۱۲۴' ح ۲۶

علامہ حوت البیروتی نے علامہ مزی کا قول نقل کر کے اس کی وضاحت یوں کی ہے:

''ای فھو موضوع کذب'' (۴۸) یعنی یہ روایت من گھڑت اور جھوٹی ہے۔

دوسری روایت کے بارے میں علامہ سخاوی نے حافظ ابن کثیر کے حوالے سے لکھا ہے:

''انه لیس له اصل ولایصح وکذاسلف عن المزی فی ان بلالا ......الخ ولکن قداورده الموفق بن قدامةفی المغنی بقوله روی ان بلالا کان یقول اسھدیجعل الشین سینا'والمعتمدالاول وقدترجمه غیر واحد بانه کان اندی الصوت حسنه فصیحه 'وقال النبی ﷺلعبدالله بن زید صاحب الرؤیا الق علیه ای بلال'الاذان'فانه اندی صوتاً منك 'ولوکانت فیه لثغة لتوفرت الدواعی علی نقلها ولعابهااھل النفاق والضلال المجتھدین فی التنقیص لاھل الاسلام نسال الله التوفیق''(۴۹)

(حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل (بنیاد یا ثبوت) ہے اور نہ یہ روایت صحیح ہے۔ مزی سے بھی یہی بات ان بلالا ......الخ والی روایت کے ضمن میں پہلے گزر چکی ہے۔ لیکن اس (زیر بحث) روایت کو موفق بن قدامہ نے اپنی کتاب ''المغنی'' میں یوں درج کیا ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلالؓ ''شین'' کو ''سین'' کر کے اسھد کہتے تھے حالانکہ قابل اعتماد قول پہلا ہے۔ متعدد سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ بلند آواز' خوش گلو اور فصیح و بلیغ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھنے والے صحابی حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے فرمایا تھا کہ بلال کو اذان کے الفاظ بتاتے جاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ اگر خدانخواستہ ان میں لکنت ہوتی تو اس کے بہت سے اسباب منقول ہوتے۔ نیز منافقین اور گمراہ لوگ جو مسلمانوں کی کردار کشی کے محاذ پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اسے اذان کا ایک عیب

گردانتے (حالانکہ ایسا کوئی قول منقول نہیں ہے) ہم اللہ تعالیٰ سے سچائی کی توفیق مانگتے ہیں)

حسب ذیل علماء اور محدثین نے مذکورہ بالا روایت پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر اور علامہ سخاوی کی تائید کی ہے:

۱- علامہ سمہودی' الغماز علی اللماز' ص ۱۲۱ ح ۱۲۳

۲- علامہ عبدالرحمٰن بن دیبع' تمییز الطیب من الخبیث ص ۱۰۴ حدیث ۷۳۴

۳- علامہ محمد طاہر پٹنی' تذکرۃ الموضوعات ص ۱۰۱

۴- ملا علی القاری' الاسرار المرفوعۃ' ص ۱۳۸' حدیث ۵۲۴

ایضاً المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ص ۱۱۳ حدیث ۱۵۹

۵- شیخ عبدالکریم غزی' الجد الحثیث ص ۴۷' ح ۱۸۰

۶- علامہ عجلونی' کشف الخفاء ج ۱ ص ۴۶۴ ح ۱۵۲۰

۷- علامہ سندروسی' الکشف الالھی' ج ۱ ص ۴۰۱ ح ۴۴۹

۸- علامہ محمد امیر الکبیر' النخبۃ البھیۃ ص ۶۸ ح ۴۹-۱۴۹

۹- علامہ حوت البیروتی' اسنی المطالب' ص ۲۴۳ ح ۷۷۲

۱۰- علامہ ظافراز ہری' تحذیر المسلمین' ص ۱۳۹' ح ۱۷۴

علامہ عجلونی' حافظ ابن کثیر کے قول کی تائید وتوثیق کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''علامہ ابراہیم ناجی نے کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں' واللہ میرے آقا حضرت بلالؓ نے ''سین'' مہملہ کے ساتھ اسہد کبھی نہیں کہا جیسا کہ موفق الدین ابن قدامہ نے اپنی کتاب ''المغنی'' میں لکھا ہے (کہ وہ ''شین'' کو ''سین'' سے بدلتے تھے) اور اس کے بھتیجے شیخ ابوعمر شمس الدین نے اپنی کتاب ''المقنع'' میں اس کی تائید میں مکھی پر مکھی ماری ہے- حفاظ حدیث نے اس (زیر بحث) روایت کی سختی سے تردید کی ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت بلالؓ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور بلند آواز تھے'' (۵۰)

حضرت بلالؓ کی مادری زبان عربی تھی- وہ اسی قوم کے ایک فرد تھے جسے اپنی زبان دانی پر ناز تھا- وہ اسی معاشرے میں پروان چڑھے تھے جس کے سامنے دوسری قومیں گونگی (عجمی) سمجھی جاتی

تھیں-فصاحت وبلاغت حضرت بلالؓ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی-اللہ تعالیٰ نے انہیں جادو بھری آواز سے نوازا تھا-ان کی صدائے اذان کانوں میں رس گھولتی تھی-بلند آوازی میں آج کے آلات مکبر الصوت بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے-ان کے مخالفین جو ہنر میں بھی عیب ڈھونڈتے تھے صرف ان کی کالی رنگت پر چین بجبین ہوتے تھے-اگر وہ ''شین'' کو ''سین'' سے بدلتے تو کیا ان کے دشمن اس ''عیب'' کو نمایاں کر کے بیان نہ کرتے؟ ٹھہریئے-لحہ بھر کو سوچئے کہ وہ کن کا انتخاب تھے؟ کیا انہیں اذان کی ادائیگی کیلئے اللہ کے رسول ﷺ نے منتخب نہیں فرمایا تھا؟ کیا کوئی یہ جسارت کر سکتا ہے کہ یہ انتخاب غلط تھا؟ بہر کیف اس روایت سے مؤذن رسول کی شان میں گستاخی ہوتی ہے-کچھ بعید نہیں کہ اس غلط جھوٹی اور بے سروپا روایت کے بیان کرنے سے رسول اللہ ﷺ کو اور حضرت بلالؓ کو اذیت پہنچتی ہو-فھل انتھم منتھون''؟

تیسری روایت: حضرت حسنینؓ کی فرمائش پر اذان

واعظین بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے شام کے قیام کے دوران سرکار رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھا-آپ ﷺ نے شکوہ کیا کہ بلال یہ کیا جفا ہے کہ تم ہماری ملاقات کیلئے نہیں آتے-بیدار ہونے پر انہوں نے رخت سفر باندھا اور عازم مدینہ ہوئے-روضۂ اطہر پر پہنچے تو گریہ وزاری کرتے اور لوٹتے پوٹتے رہے-حضرت امام حسن اور حضرت امام حسینؓ تشریف لائے تو ان دونوں کو گلے سے لگا لیا-انہوں نے اذان کی فرمائش کی تو آپ مسجد نبوی ﷺ کی چھت پر چڑھ گئے اور اذان شروع کی ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کہا تو مدینہ منورہ گونج اٹھا ''اشھد ان لاالہ الا اللہ'' کہا تو کہرام مچ گیا اور جب ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کہا تو پردہ نشین عورتوں تک گھروں سے باہر نکل آئیں اور کہنے لگیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ دوبارہ مبعوث ہو گئے ہیں؟ اس دن مدینہ منورہ میں جتنے لوگوں کو روتا ہوا دیکھا گیا اتنے لوگ اس سے پہلے کبھی نہیں روئے تھے-بعض واعظین اس واقعے میں اس بات کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں کہ رسالت کی شہادت کے وقت حضرت بلالؓ برداشت نہ کر سکے' گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے بلکہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی-

یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر کے آٹھویں باب کی دوسری فصل میں درج ہے-وہاں سے ابن اثیر نے ''اسد الغابۃ'' (ج ا ص ۲۰۸) میں' اور شیخ نیموی نے ''آثار السنن'' (ج ۲ ص ۲۰۸) میں اسے نقل کیا ہے-علامہ سیوطیؒ نے اس روایت کو ''ذیل الموضوعات'' (ص ۱۰۴) میں درج کر کے اسے موضوع ٹھہرایا ہے-علامہ ذہبی نے اس کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اسنادہ لین' وھو منکر''(۵۱)

اس روایت کی سند نرم' (ضعیف کی ایک قسم) اور یہ روایت خود منکر ہے۔

علامہ ذہبی نے اس کے ایک راوی ابراہیم بن محمد پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے''فیہ جھالۃ''(۵۲) اس راوی میں جہالت پائی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس جرح کی تائید کی ہے۔ پھر اس روایت کو مختصر طور پر نقل کر کے اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

''وھی قصہ بینۃ الوضع''(۵۳) (یہ قصہ صریح من گھڑت ہے)

علامہ ذہبی' حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی کی تائید میں حسب ذیل علماء اور محدثین نے اس روایت کو اپنے مجموعہ ہائے موضوعات میں شامل کر کے اس واقعہ کے جھوٹ اور ناقابل یقین ہونے پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

۱۔ علامہ ابن عراق کنانی' تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ' ج ۲ ص ۱۱۸ حدیث ۱۱۳

۲۔ علامہ محمد طاہر پٹنی' تذکرۃ الموضوعات ص ۳۶

۳۔ ملا علی القاری' الاسرار المرفوعۃ' ص ۲۸۷' حدیث ۱۱۲۳

ایضاً المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ص ۲۵۷ حدیث ۴۵۸

۴۔ علامہ شوکانی' الفوائد المجموعۃ' ص ۲۱ ح ۶۶

۵۔ علامہ ظافر ازہری' تحذیر المسلمین' ص ۵۷ ح ۳۴

ملا علی قاری اس قصے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''لااصل لھا' وھی بینۃ الوضع کان ابن حجر المکی ما اطلع علیہ وذکر ھافی کتابہ الموضوع للزیارۃ''(۵۴)

(اس واقعے کی کوئی اصل (بنیاد) نہیں ہے۔ یہ صاف اور صریح من گھڑت ہے۔ ابن حجر مکی کو اس کے موضوع ہونے کا علم نہیں ہو سکا اس لئے انہوں نے اسے اپنی اس کتاب میں ذکر کیا ہے جسے انہوں نے روضہ اطہر کی زیارت کیلئے لکھا تھا۔

علامہ ابن حجر مکی کی اس کتاب کا نام ''الجوھر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم'' ہے۔ اس کتاب کے ص ۲۹-۳۰ پر اس (زیر بحث) روایت کو درج کیا گیا ہے۔ اگر انہیں اس واقعے کے جھوٹے ہونے کا علم ہوتا تو وہ اسے کتاب میں درج ہی نہ کرتے یا روایت نقل کرنے کے بعد اس پر محدثین کے اصول اور معمول کے مطابق نقد و تبصرہ کرتے۔ اس کے راویوں پر

جرح کرتے تا کہ کسی کو اس کے جھوٹے ہونے میں شبہہ نہ رہے۔ جن علماء نے اس واقعے کو اپنی اپنی کتاب میں جگہ دی ہے ان سے بھی ابن حجر مکی ایسا تسامح ہوا ہے ورنہ ناممکن ہے کہ موضوع اور جھوٹ کا علم ہوتے ہوئے علماء چشم پوشی سے کام لیں۔

محدثین کرام نے عقائد اور فرائض و واجبات کے ثبوت کیلئے جن احادیث و روایات سے استدلال کیا ہے ان کے انتخاب میں شدت سے کام لیا ہے۔ ان کے راویوں پر شدید جرح کی ہے۔ ذرا سے شبہہ پر روایت کو مسترد کر دیا ہے۔ اس باب میں انہوں نے صرف صحیح احادیث و روایات قبول کی ہیں، لیکن نوافل، مستحبات اور فضائل و مناقب میں انہوں نے قدرے تساہل سے کام لیا ہے یعنی صحیح کے ساتھ ضعیف احادیث و روایات بھی قبول کی ہیں۔ البتہ انہوں نے یہاں بھی موضوع روایات سے اجتناب کیا ہے کیونکہ جھوٹی روایت یا جھوٹے راوی کا بیان بطور حدیث رسول اللہ ﷺ نقل کرنا ممنوع ہے۔ ملا علی القاری، علامہ نووی (شارح صحیح مسلم) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''موضوع روایت کو بیان کرنا حرام ہے...... وضعی اور من گھڑت روایت احکام کے بارے میں ہو یا ترغیب و ترہیب اور مواعظ وغیرہ سے تعلق رکھتی ہو، ان سب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ موضوع روایات کی سب اقسام کو (ان کے حال کی وضاحت کئے بغیر) آگے بیان کرنا حرام، قبیح اور گناہ کبیرہ ہے'' (۵۴)

اسی موضوع پر مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

> ''تمام فقہاء و محدثین نے اپنی کتابوں میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ موضوع روایت کو بیان کرنا، اسے نقل کرنا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے بجز اس کے کہ اس کے وضعی ہونے کی وضاحت کر دی جائے۔ نیز اس وضاحت میں تساہل برتنا بھی حرام ہے، خواہ اس موضوع روایت کا تعلق احکام سے ہو، خواہ تاریخی واقعات اور قصص سے، یا ترغیب و ترہیب وغیرہ سے'' (۵۵)

حضرت بلالؓ کا آخری عمر میں جہاد کیلئے شام کی طرف جانا صحیح روایات سے ثابت ہے، لیکن ان کا مدینہ منورہ کی طرف واپس آنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ کی فرمائش پر ان کا اذان دینا اور لوگوں کا متاثر ہو کر کثرت سے گریہ کرنا شام کا واقعہ ہے نہ کہ مدینہ منورہ کا۔ اگر بالفرض مدینہ منورہ میں یہی صورتحال پیش آئی ہوتی اور ان کا انتقال اذان کے دوران ہوا ہوتا تو ان کی تدفین بھی

مدینہ منورہ ہی میں مناسب تھی کیونکہ جس آقا ﷺ کے نام کا ذکر کرتے ہی ان کی حالت غیر ہوگئی اور ان کی جان نکل گئی اسی آقا ﷺ کے مقدس شہر میں ان کا مزار ہونا چاہیئے تھا- حالانکہ اس زیر بحث (جھوٹے) واقعہ کو بیان کرنے والے بھی مانتے ہیں کہ حضرت بلالؓ دمشق (شام) میں مدفون ہیں- کیا ان دروغ گو واعظین کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ وفات کے بعد حضرت بلالؓ کی لاش مدینہ منورہ سے دمشق (بغرض تدفین) فلاں فلاں ذرائع سے لے جائی گئی تھی؟ اگر وہ اس روایت کو سچا مانتے ہیں تو کیا وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو مدینہ منورہ میں تدفین کی سعادت سے کیوں محروم کیا گیا تھا؟

''ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا؟

ایک عظیم علمی المیہ:

علامہ ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کے دور سے لے کر موجودہ زمانہ تک علماء کو ان واعظین سے یہی ایک شکایت رہی ہے کہ یہ لوگ بغیر تحقیق کئے واقعات اور روایات بیان کرتے رہتے ہیں- ان کی پٹاری میں ہر قسم کا رطب و یابس جمع ہوتا ہے- وہ سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کی نہ خود صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں- وہ عوام کی اکثریت کو اپنے انداز خطابت سے مسحور کئے رکھتے ہیں- لوگ بھی ان کی طلاقت لسانی سے متاثر ہو کر ان کے ہر ارشاد اور ہر فرمان کو سچ اور حق سمجھتے ہیں- کیا انہوں نے کبھی سوچا ہے کہ وہ اپنے سامعین کو کس راہ پر ڈال رہے ہیں؟

مصادر و حواشی

۱۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ' حافظ ابن حجر العسقلانی' ج ۱ ص ۱۷۱' مکتبۃ الکلیات الازہریۃ مصر' الطبعۃ الاولی' ۱۳۸۸ھ' ۱۹۶۸ء

۲۔ الاکمال فی اسماء الرجال (ترجمۃ بلال بن رباح) قدیمی کتب خانہ' کراچی' طبع ۱۳۶۸ھ

۳۔ الاصابۃ' حافظ ابن حجر' ج ۱ ص ۱۷۰' اسد الغابۃ' ابن اثیر ج ۱ ص ۲۰۶

۴۔ الاعلام' خیر الدین زرکلی' ج ۲ ص ۷۳' دار العلم للملایین' بیروت' لبنان' الطبع السابع ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۵۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ' ابن اثیر ج ۱ ص ۲۰۷' تحقیق الشیخ معوض ورفقاءہ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' لبنان' الطبعۃ الاولی' ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء

۶۔ الطبقات الکبریٰ' محمد ابن سعد کاتب الواقدی' ج ۳ ص ۱۶۹' دار الصادر' بیروت' ۱۳۸۰ھ

۷۔ ضیاء النبی ﷺ پیر محمد کرم شاہ الازہری' ج ۲ ص ۳۲۵' ضیاء القرآن پبلیکشنز' لاہور ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء

۸۔ صفۃ الصفوۃ' عبد الرحمٰن بن علی الجوزی' ج ۱ ص ۴۳۷' مطبعۃ الاصیل حلب' ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء
الاصابۃ ج ۱ ص ۱۷۱'

۹۔ اسد الغابۃ' ابن اثیر ج ۱ ص ۲۰۶-۲۰۷' زاد المعاد فی ہدی خیر العباد' ابن القیم الجوزیہ' تحقیق الارناؤط مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الطبعۃ الخامسۃ عشر ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء' ج ۳ ص ۲۲' صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۴۳۶

۱۰۔ الجامع لاحکام القرآن' علامہ قرطبی' آخری جلد تفسیر سورۃ ''اللیل''

۱۱۔ اسد الغابۃ' ابن اثیر ج ۱ ص ۲۰۷

۱۲۔ اصابۃ ج ۱ ص ۱۷۱' صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۴۳۶

۱۳۔ البقرۃ ۲/ ۲۲۱

۱۴۔ اسباب النزول' علامہ واحدی نیشاپوری' ص ۲۰۶' مطبعۃ الحلبی مصر' الجامع لاحکام القرآن آخری جلد تفسیر سورۃ ''اللیل''

۱۵۔ اللیل ۹۲/ ۱۹' ۲۰

۱۶۔ صحیح البخاری' امام محمد بن اسماعیل بخاری' قدیمی کتب خانہ کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء' باب مقدم النبی ﷺ واصحابہ المدینۃ' زاد المعاد ج ۳ ص ۶۱

۱۷۔ کتب صحاح ستہ وغیرھا

۱۸۔ صحیح بخاری' باب الاذان قبل الفجر

۱۹۔ صحیح بخاری' باب اذان الاعمیٰ اذا کان لہ من یخبرہ

۲۰۔ الاصابہ ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۱' اسد الغابۃ' ابن اثیر ج ۱ ص ۲۰۶' الاعلام ج ۲ ص ۷۳

۲۱۔ زادالمعاد' ج ۳ ص ۱۸۵

۲۲۔ صحیح بخاری' باب اذاوکل المسلم حربیا فی دارالحرب اودارالسلام

۲۳۔ الجامع لاحکام القرآن' ۴/ ۱۶۵' زادالمعاد' ج ۳ ص ۱۰۸'

۲۴۔ زادالمعاد' ج ۳ ص ۳۲۷

۲۵۔ الموطا' امام مالک بن انس ۱/ ۱۳-۱۴' قدیمی کتب خانہ کراچی' صحیح مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی'
ابن ماجہ ابواب الاذان' زادالمعاد' ج ۳ ص ۳۵۶

۲۶۔ صحیح بخاری' باب اغلاق البیت' زادالمعاد' ج ۲ ص ۲۹۶

۲۷۔ زادالمعاد' ج ۳ ص ۴۰۹' ضیاء النبی ج ۳ ص ۴۷۷

۲۸۔ زادالمعاد' ج ۲ ص ۲۳۴' ۲۵۶

۲۹۔ کتب صحاح ستہ' ابواب العیدین

۳۰۔ الاصابہ ج ۱ ص ۱۷۱' اعلام ج ۲ ص ۷۳' اسدالغابہ ج ۱ ص ۲۰۶' صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۴۳۴

۳۱۔ زادالمعاد' ج ۵ ص ۱۵۹

۳۲۔ زادالمعاد' ج ۳ ص ۳۷۷' اصابہ ج ۱ ص ۱۷۱' اسدالغابہ ج ۱ ص ۲۰۷

۳۳۔ زادالمعاد' ج ۳ ص ۶۵۰' ۶۶۱' ۶۶۳' ۶۶۵

۳۴۔ االاعلام ج ۲ ص ۷۳

۳۵۔ اسدالغابہ' ج ۱ ص ۲۰۷' صفۃ الصفوۃ' ج ۱ ص ۴۳۹' ۴۴۰

۳۶۔ الاعلام' ج ۲ ص ۷۳' الاصابہ ج ۱ ص ۱۷۱' اسدالغابہ ج ۱ ص ۲۰۷

۳۷۔ الفاروق' علامہ شبلی نعمانی' ص ۱۴۳' سنگ میل پبلیشکنز' لاہور' طبع اول' ۱۹۷۲ء

۳۸۔ اسدالغابہ' ج ۱ ص ۲۰۸' الفاروق' ص ۱۴۳' ۱۴۴

۳۹۔ السیرۃ الحلبیۃ' علی بن ابراھیم الحلبی الشافعی' ج ۱ ص ۴۷۴' دارالکتب اعلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۲ء

۴۰۔ الاصابۃ ج ۱ ص ۱۷۱' الاکمال فی ترجمۃ بلال بن رباح' الاعلام' ج ۲ ص ۷۳' اسدالغابۃ ج ۱ ص ۲۰۹

۴۱۔ اسدالغابہ' ج ۱ ص ۲۰۸' الاکمال فی ترجمۃ بلال بن رباح' سیر اعلام النبلاء' علامہ ذھبی' ج ۱ ص ۳۴۷'
دارالمعارف' القاھرہ' ۱۹۵۶ء - الاعلام ج ۲ ص ۷۳

۴۲۔ صحیح بخاری' باب فضل الطھور باللیل والنھار' مسند احمد بن حنبل والترمذی فی المناقب

۴۳۔ تیسیر الباری ترجمہ وشرح صحیح بخاری' علامہ وحید الزمان' ج ۲ ص ۱۷۳' تاج کمپنی' کراچی (ت-ن)

۴۴۔ صحیح بخاری' مناقب بلال بن رباح

۴۵۔ صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۴۳۷

۴۶۔ الطبرانی فی الاوسط والکبیر' والبزار والبیھقی' سند کی بحث کیلئے دیکھئے:

مجمع الزوائد' حافظ علی بن ابی بکر الھیثمی ' ج ۳ ص ۱۲۶' ج ۱۰ ص ۲۴۱' مکتبہ القدسی' ۱۳۵۲ھ

۴۷۔ التذکرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' علامہ زرکشی ص ۲۰۷' ۲۰۸' تحقیق مصطفٰے عبد القادر' دار الکتب العلمیہ بیروت' لبنان' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۴۸۔ اسنی المطالب فی احادیث مختلفہ المراتب' علامہ حوت البیروتی' ص ۱۲۷ ح ۴۴۶' تعلیق الارناؤوط' دار الفکر' بیروت' لبنان' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء

۴۹۔ المقاصد الحسنۃ' علامہ سخاوی' ص ۲۵۶' ح ۵۸۲' تحقیق: محمد صدیق الغماری' دار الکتب العلمیہ' بیروت' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء

۵۰۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس' علامہ عجلونی' ج ۱ ص ۴۶۵ ح ۱۵۲۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۳۵۱ھ

۵۱۔ سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۵۸

۵۱۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال' علامہ ذھبی' ج ۱ ص ۶۴' تحقیق: علی محمد البجاوی' دار المعرفۃ' بیروت

۵۲۔ لسان المیزان' حافظ ابن حجر العسقلانی' ج ۱ ص ۱۰۷' دار الفکر' بیروت' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

۵۳۔ الاسرار المرفوعۃ' ص ۲۸۷ ح ۱۱۲۳' المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع' ملا علی قاری' ص ۲۵۷ ح ۴۵۸' تحقیق: ابو غدہ' مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ' حلب' بیروت' الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء

۵۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ' ملا علی قاری' ص ۳۰-۳۱' تحقیق: علامہ زغلول' دار الکتب العلمیہ' بیروت' لبنان' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۵۵۔ الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ' مولانا عبد الحی لکھنوی' ص ۲۱' تحقیق: علامہ زغلول' دار الکتب العلمیہ' بیروت' لبنان' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴ء